اٹھائیسواں فقہی سمینار

- ☆ احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر
- ☆ انفارمیشن ٹکنالوجی سے مربوط مسائل
- ☆ ہیرے جواہرات کی خرید وفروخت
- ☆ تعزیر بالمال شریعت اسلامی کی روشنی میں

سوالنامہ:

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) اپنے سمیناروں میں غور وخوض اور فیصلے کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کرتی ہے، ان میں بعض اصولی موضوعات بھی ہوتے ہیں؛ کیونکہ بہت سے نئے مسائل کے حکم پر ان اصولی موضوعات کے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ضرورت وحاجت، عرف وعادت، حدیث ضعیف کے اقسام واحکام وغیرہ اصولی موضوعات پر فیصلے کرچکی ہے، اگلا فقہی سمینار جو انشاء اللہ نومبر ۲۰۱۸ء میں جامعۃ الہدایہ جے پور میں منعقد ہوگا، اس میں بھی زیر بحث لائے جانے والے موضوعات میں ایک اصولی موضوع شامل کیا گیا ہے، وہ موضوع ہے: ''احکام شرعیہ پر جہل (حکم شرع سے ناواقفیت) کا اثر''، زیر نظر سوالنامہ اسی موضوع پر مرتب کیا گیا ہے۔

آپ سے امید ہے کہ اپنے علم وتحقیق اور فقہی بصیرت کو بروئے کار لا کر قائم کردہ سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں گے، اور یہ بھی درخواست ہے کہ اگر زیر بحث موضوع کے بعض اہم پہلوؤں کا احاطہ سوالات میں نہ ہوسکا ہو تو اس کا اضافہ کرکے اس کی بھی پوری وضاحت فرمائیں۔

اسلام میں علم کی غیر معمولی اہمیت ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''طلب العلم فریضة علی کل مسلم'' (علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)، ارشاد باری تعالی ہے: ''قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون'' (آپ فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟)۔

علم کی ضد جہل ہے، اسلام ناواقفیت اور جہالت کو ختم کردینا چاہتا ہے، اور نوع انسانی کو علم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ علم کی اشاعت اور فروغ کی تمام تر کوششوں کے باوجود بہت سے افراد میں دین کے عقائد اور احکام سے ناواقفیت پائی جاتی ہے، کچھ لوگ ایسے علاقوں میں رہتے ہیں، جہاں حصول علم کے اسباب وذرائع میسر نہیں ہیں، علم سکھانے والے لوگ موجود نہیں ہیں، اور بہت سے لوگ علم کے تمام وسائل وذرائع فراہم ہونے کے باوجود علم نہیں سیکھتے، دین کے عقائد واحکام سے واقف ہونے کی کوشش نہیں کرتے، اور علم دین کے تئیں لاپرواہی اور بے توجہی کا مظاہرہ کرتے ہیں، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ علم دین حاصل کرسکتے ہیں، ان کے لئے مواقع و امکانات موجود ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنی دیگر مصروفیات میں گھرے ہونے کی وجہ سے ضروری دینی علم حاصل نہیں کرپاتے، اور دین کی بہت اہم اور بنیادی باتوں سے ناواقف رہ جاتے ہیں۔

اس پس منظر میں ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ حکم شرع سے ناواقفیت کن مقامات پر عذر شمار کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے حکم شرع تبدیل ہوجاتا ہے، یا اس میں تخفیف پیدا ہوجاتی ہے، اور کون سے وہ مقامات ہیں جہاں شریعت نے جہالت کو عذر تسلیم نہیں کیا ہے، اور ناواقفیت کے باوجود مکلّف شخص پر حکم شرع لازم رہتا ہے، اس کے لئے کوئی تخفیف یا سہولت پیدا نہیں ہوتی، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش کئے جارہے ہیں:

۱- کتاب وسنت کی تعلیمات اور فقہاء اسلام کی تصریحات کی روشنی میں ایسے بنیادی اصول وضوابط تحریر فرمائیں جن سے وضاحت

ہو سکے کہ شریعت اسلامی میں جہل (حکم شرعی سے ناواقفیت) کو کہاں عذر تصور کیا جائے گا اور کہاں عذر تصور نہیں کیا جائے گا، اس سلسلے میں کتاب وسنت اور کتب فقہ کے علاوہ اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کی کتابوں سے کافی مدد مل سکتی ہے۔

۲-عقائد کے باب میں جہالت کے عذر تسلیم کئے جانے یا نہ کئے جانے کے بارے میں متکلمین اور فقہاء کا کیا موقف ہے؟ ''ضروریات دین'' اور ''قطعیات دین'' سے کیا مراد ہے؟ اگر کوئی کلمہ گو شخص ناواقفیت کی وجہ سے ضروریات دین یا قطعیات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

۳-عملی احکام کے بارے میں حکم شرع سے ناواقفیت (جہل) کو عذر ماننے یا نہ ماننے کے سلسلے میں بہت سے فقہاء نے دار الاسلام اور دار الحرب میں فرق کیا ہے، دار الاسلام میں جہل کو عموماً عذر نہیں مانا ہے اور دار الحرب میں عذر مانا ہے، اس فرق کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ دار الاسلام جہاں زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اور وہاں مسلمان عموماً اسلامی نظام زندگی نافذ ورائج کرتے ہیں، ان ممالک میں احکام شریعت سے واقف ہونے کی سارے امکانات ومواقع ہوتے ہیں، ملک کے نصاب ونظام تعلیم میں اسلام اور احکام اسلام کو اس طرح پیوست کر دیا جاتا ہے کہ وہاں رہنے اور بسنے والا ہر مسلمان عموماً ضروری احکام شرعی سے واقف ہو جاتا ہے، اس کے برخلاف دار الحرب جس میں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے، وہاں صورت حال اس سے مختلف ہوتی ہے، ملک کا تعلیمی نظام ونصاب عموماً غیر اسلامی خطوط پر استوار ہوتا ہے، اسلام اور احکام اسلام سے واقفیت کے مواقع وامکانات نادر یا معدوم ہوتے ہیں، ملک کا عمومی ماحول اسلام دشمن اور الحاد پرور ہوتا ہے، اس لئے وہاں بسنے والے مسلمانوں کو بہت سے احکام شرع سے ناواقفیت (جہل) میں معذور سمجھا جاتا ہے، اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف ہوتی ہے۔

اس پس منظر میں ایک بڑا اہم اور دوررس سوال یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ممالک جہاں مسلمان صدیوں سے بہت بڑی تعداد میں آباد چلے آرہے ہیں لیکن وہاں زمام اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے، انہیں جہل کے حوالہ سے دار الحرب کے زمرہ میں رکھا جائے گا یا دار الاسلام کے زمرہ میں، یعنی یہاں کے مسلمانوں کے لئے جہل (حکم شرع سے ناواقفیت) عذر شمار ہوگا یا نہیں؟ پورے ملک کے مسلمانوں کا یکساں حکم ہوگا یا مختلف علاقوں کا وہاں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ حکم ہوگا، مثلاً جن علاقوں میں مسلمانوں کے دینی تعلیم کے ادارے وافر مقدار میں موجود ہوں اور وہاں احکام شرع سیکھنا بہ سہولت ممکن ہو وہاں جہل کو عذر نہ مانا جائے اور جہاں صورت حال اس سے بالکل مختلف ہو وہاں جہل کو عذر مانا جائے۔

۴-دور حاضر میں جن مسائل میں جہل کے عذر ہونے نہ ہونے کی بات زیر بحث آتی رہتی ہے ان میں نکاح وطلاق وغیرہ کے کچھ مسائل بھی ہیں، نکاح وطلاق کے بہت سے مسائل عوام ہی کیا، عام علماء کو بھی معلوم نہیں ہوتے، فقہ وافتاء کے متخصصین ہی انہیں جانتے ہیں۔

حرمت مصاہرت کے بعض مسائل وجزئیات بھی اسی زمرہ میں آتے ہیں، مثلاً ''مس بالشہوۃ''، اور ''نظر بالشہوۃ'' سے حرمت مصاہرت کا ثابت ہونا، بعض اہل علم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو لوگ اس مسئلہ سے بالکل بے خبر ہوں ان کے حق میں حرمت مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہو، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۵-طلاق کے مسائل میں بھی بے خبری عام ہے، بہت سے لوگ حتی کہ بہت سے وکلاء سمجھتے ہیں کہ تین بار طلاق کے الفاظ دہرائے بغیر یا تین طلاق دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، انہیں طلاق دینے کے احسن اور حسن طریقہ کا علم ہی نہیں ہوتا، کیا اس ناواقفیت کو عذر مان کر ان کے حق میں تین طلاق کو ایک مانا جاسکتا ہے؟ خصوصاً ہندوستان کے موجود حالات میں جبکہ نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نکاح وطلاق کے ضروری

مسائل سے واقف کرانے کی کوئی منظم اور مربوط کوشش نہیں پائی جاتی۔

۶-جہل (حکم شریعت سے ناواقفیت) کا بعض حالات اور بعض علاقوں میں عذر قرار پانا تمام فقہی مسالک میں متفق علیہ ہے، اگرچہ بعض فقہی مسالک میں جہل کو عذر قرار دینے کا دائرہ دوسرے فقہی مسالک کے مقابلہ میں زیادہ وسیع ہے، فقہ شافعی میں سب سے زیادہ مسائل میں جہل کو عذر مانا گیا ہے، اور جہل کی بنا پر حکم میں تبدیلی یا تخفیف ہوتی ہے، اس سلسلہ میں مختلف فقہی مسالک کے موقف اور رجحان کی وضاحت کریں۔

بہ طور نمونہ چند وہ مسائل درج کئے جاتے ہیں جن میں جہل کو عذر قرار دینے یا نہ قرار دینے کی بحث فقہاء کے یہاں آتی ہے۔

۱-کسی شخص نے دارالحرب میں اسلام قبول کیا، ہجرت کر کے دارالاسلام نہیں آسکا بلکہ ایک زمانہ تک دارالحرب ہی میں رہا، اسے نماز وروزہ کی فرضیت کا علم نہ ہو سکا اور اس نے نماز وروزہ کی ادائیگی نہیں کی تو فرضیت کا علم ہونے کے بعد کیا اس پر ان دونوں کے نماز وروزے کی قضا لازم ہوگی، جن دنوں اسے فرضیت کا علم نہ تھا، یا قضا لازم نہ ہوگی؟

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: ”**كل من جهل تحريم شئ مما يشترك فيه غالب الناس لم يقبل منه دعوى الجهل إلا أن يكون قريب عهد بالإسلام أو نشأ ببادية بعيدة يخفى فيها مثل ذلك كتحريم الزنى والقتل والسرقة والخمر والكلام في الصلوة والأكل في الصوم**“ (الاشباہ والنظائر)۔

۲-کسی عجمی شخص سے عربی زبان میں طلاق، عتاق، یمین وغیرہ کے الفاظ کہلائے گئے جن کا معنی وہ نہیں جانتا تو اس کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

۳-دو اشخاص نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی اور اس گواہی کی بنا پر اس شخص کو قصاص میں قتل کر دیا گیا، پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ہم دونوں نے دانستہ جھوٹی گواہی دی تھی لیکن ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہماری گواہی کی بنا پر اسے قتل کر دیا جائے گا تو ان گواہوں سے قصاص لیا جائے گا یا نہیں۔

جہل کے موضوع پر غور وخوض کرتے وقت درج ذیل دو احادیث نبویہ بھی ہمارے پیش نظر ہونی چاہئے:

۱-”**عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: إن رجلا لم يعمل خيرا قط فقال لأهله: إذا مات فأحرقوه، ثم اذروا نصفه في البر ونصفه في البحر فوالله لئن قدر الله عليه ليعذبنّه عذابا لا يعذّبه أحدا من العالمين فلما مات الرجل فعلوا به ما أمرهم فأمر الله البر فجمع ما فيه، وأمر البحر فجمع ما فيه فاذا هو قائم بين يديه، ثم قال: لم فعلت هذا؟ قال: من خشيتك يارب و أنت أعلم فغفر الله له**“ (الحدیث)۔

۲-”**عن حذيفة بن اليمان رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: يأتي على الناس زمان لا يعرفون فيه صلاة ولا صياما ولا حجا ولا عمرة إلا الشيخ الكبير والعجوز الكبيرة، ويقولون: أدركنا آباء نا وهم يقولون لا إله إلا الله، فقيل لحذيفة بن اليمان: ما تغني عنهم لا إله إلا الله؟ فقال: تنجيهم من النار**“ (الحدیث)۔

☆☆☆

سوالنامہ:

انفارمیشن ٹکنالوجی سے مربوط مسائل

سترہویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد یوں تو زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق ٹکنالوجی نے حیرت انگیز ترقی کی ہے؛ لیکن جن شعبوں میں ترقی کی رفتار تیز تر رہی ہے، ان میں غالبا سرفہرست ذریعۂ ابلاغ (انفارمیشن ٹکنالوجی) ہے، خاص کر گذشتہ ۲۵ رسالوں کے دوران اس میدان میں ایسے وسائل معرض وجود میں آئے اور عام لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچے ہیں، جن کا تصور کرنا بھی دشوار تھا، اس ترقی کے مثبت پہلو بھی ہیں اور منفی بھی، اس کے فوائد بھی بہت ہیں اور نقصانات اس سے بھی زیادہ ہیں، مگر اب یہ زندگی کا ایسا لازمی جزو بن چکے ہیں کہ ان سے مکمل طور پر بے تعلق رہنا بھی بے حد دشوار ہے۔

اس پس منظر میں اکیڈمی نے اپنے ۲۸ رویں سالانہ فقہی سمینار کے لئے جن عنوانات کا انتخاب کیا، ان میں ایک موضوع یہ بھی ہے، اس سلسلہ میں چند سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں، امید کہ آپ ان کا جواب عنایت فرمائیں گے، انشاء اللہ آپ کی تحریر سے ان مسائل کو حل کرنے میں روشنی حاصل ہوگی۔

محور اول:

۱-مختلف سہولتوں کے حامل موبائل (جن کو اسمارٹ فون کہا جاتا ہے) کے رکھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟ یہ سوال اس لئے اہم ہے کہ ان موبائلوں کا جائز بلکہ مستحسن کاموں کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور غلط مقاصد کے لئے بھی۔

۲-ملٹی اپلیکیشن موبائل میں قرآن مجید رکھنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے، اگر کوئی چاہے تو اسی موبائل میں فحش مناظر بھی دیکھ سکتا ہے، کیا ایسے موبائل میں تلاوت کے لئے قرآن مجید یا دوسری دینی کتابوں کو محفوظ کرنا یا آن لائن دیکھنا یا پڑھنا جائز ہوگا؟

۳-اگر موبائل میں قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو کیا موبائل کا پورا سیٹ قرآن مجید کے حکم میں ہوگا اور اس کو بلا وضو ہاتھ میں لینا جائز ہوگا؟ اس سلسلہ میں موبائل کی مختلف نوعیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے احکام کی وضاحت کیجئے۔

۴-موبائل پر بعض اوقات دینی یا معلوماتی اعتبار سے مفید پیغامات آتے ہیں اور یہ تحریر اور آواز کی شکل میں ہوتے ہیں، ان کو دوسروں کے پاس بھیجنا کیا درست ہوگا؛ جبکہ بعض حضرات اپنے موبائل پر میسیج بھیجنے کو پسند نہیں کرتے۔

۵-کیا اس طرح کے پیغامات غیر محرم عورت یا غیر محرم مرد کو بھیجا جاسکتا ہے؛ جبکہ اس میں کوئی غیر اخلاقی بات شامل نہ ہو۔

۶-بعض پیغامات تصویروں کی شکل میں ہوتے ہیں، کیا ان کو آگے بڑھانا جائز ہوگا یا یہ تصویر کشی کے دائرہ میں آجائے گا؟

۷-CCTV کیمرہ ایک ایسا کیمرہ ہے جو اس کے دائرہ میں آنے والی تمام نقل وحرکت کو محفوظ کرلیتا ہے، اس سے چوری اور دوسرے مجرمانہ واقعات کو روکنے میں تو مدد ملتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بے جا الزامات اور شبہات سے بچانا بھی آسان ہوجاتا ہے، اس مصلحت کے تحت مساجد اور مدارس وغیرہ میں ایسے کیمرے نصب کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

۸-موجودہ دور میں یہ بات ممکن ہوگئی ہے کہ اسکیننگ مشین کے سامنے سے کوئی شخص گزرے تو اس کا پورا جسم مشین پر بیٹھے ہوئے شخص کو بے لباس نظر آئے گا، بعض مغربی ممالک میں ایئر پورٹوں پر اس طرح کی اسکیننگ مشین استعمال کی جارہی ہیں، یہ بات بعید نہیں ہے کہ آئندہ ہمارے ملک میں بھی اس طرح کی مشینیں استعمال کی جائیں اور ایئر پورٹ کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی حفاظتی اقدامات کے مقصد سے ان کا استعمال ہو، کیا تحفظ کے نقطہ نظر سے اس کا استعمال جائز ہوگا؟ اور کیا مسلمانوں کے لئے درست ہوگا کہ وہ سفر کرنے کی غرض سے ایسی مشینوں سے گزرنے کو قبول کرلیں۔

محور دوم:

۱-اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں اپنی چیزوں کے اخفاء کا مزاج بھی رکھا ہے، ایسی چیزوں کو آج کل انٹرنیٹ پر محفوظ کیا جاتا ہے، اگر یہ معلومات مقفل رکھی جائیں تو دوسرا شخص ان تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا، لیکن کچھ آئی ٹی ماہرین کے اندر یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ان کا قفل توڑ کر معلومات کی چوری کرلیتے ہیں، تو کیا یہ درست ہوگا؟ اور کیا اس سلسلہ میں مختلف قسم کی معلومات کی چوری کے احکامات الگ الگ ہوں گے، یعنی ایسی معلومات جن سے اس شخص کی عزت وآبرو کو ٹھیس لگ سکتی ہو، یا معاشی پہلو سے نقصان پہنچ سکتا ہو، یا ایسی معلومات جن سے چوری کرنے والے کو تو فائدہ ہو، لیکن اصل شخص کو کوئی نقصان نہ ہو، جیسے علمی ومطالعاتی یادداشتیں وغیرہ؟

۲-اگر کسی شخص نے دوسرے کی معلومات چوری کرہی لی تو اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کو آگے بڑھانا درست ہوگا؟

۳-شوہر وبیوی بھی انٹرنیٹ کے ذریعہ ایک دوسرے کی جاسوسی کرسکتے ہیں، ان دونوں کا چونکہ ایک دوسرے سے قریب ترین تعلق ہے اور ان کے باہمی مفادات بھی ایک دوسرے سے مربوط ہیں، تو کیا ان کے لئے ایک دوسرے کی معلومات کو اطلاع کے بغیر حاصل کرنا درست ہوگا؟

۴-حکومت اور محکمہ پولس بعض دفعہ امن عامہ کے لئے شخصی معلومات حاصل کرتی ہیں؛ تاکہ جرائم پیشہ اور دہشت گرد عناصر پر نظر رکھی جاسکے، کیا اس مقصد کے لئے دوسروں کی خفیہ معلومات تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے؟

۵-اگر کوئی شخص دوسرے کی خفیہ معلومات تک پہنچ جائے اور ان معلومات سے یہ بات واضح ہو کہ وہ کسی اور کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے، تو کیا اس شخص کے لئے اس دوسرے آدمی کو صورت حال سے واقف کرانا درست ہوگا؟

۶-بہت سے لوگوں نے اپنا فیس بک اکاؤنٹ کھول رکھا ہے اور اس میں ان کی بہت سی معلومات بھی موجود ہیں، بعض کمپنیاں تجارتی مقاصد کے تحت ماہرین سے کہتی ہیں کہ وہ ان معلومات کا ڈاٹا جمع کرکے ان کو مہیا کریں، کیا متعلق شخص کی اجازت کے بغیر ایسی معلومات کا ڈاٹا جمع کرکے کمپنیوں کو مہیا کرنا اور ان سے اس کی اجرت حاصل کرنا جائز ہوگا؟

۷-بعض تنظیمیں مجرموں کے جرائم پر شہادت فراہم کرنے کے لئے خفیہ کیمروں کا استعمال کرتی ہیں، جیسا کہ ہندوستان کی ''تہلکہ ڈاٹ کام'' کئی خوفناک مجرمین کے جرم کو منظر عام پر لاچکی ہے، اور اس سے مظلوموں کو مدد بھی ملی ہے، کیا اس طرح کی کارروائی شرعا جائز ہوگی؟

۸-فنی ماہرین مخصوص مقاصد کے لئے سافٹ ویئر تیار کرتے ہیں؛ چونکہ اس کی تیاری کے مرحلہ میں کافی صرفہ آتا ہے، اور صلاحیتیں اور محنتیں خرچ ہوتی ہیں، اس لئے قانونی طور پر اس کو ان کی ملکیت مانا جاتا ہے اور اس کا قفل توڑ کر اس سے استفادہ کرنا قانونا جرم مانا گیا ہے، تو کیا کسی شخص کا اپنی صلاحیت کے ذریعہ اس کا قفل توڑ دینا، پھر اس سے استفادہ کرنا یا گاہکوں کو بیچنا جائز ہوگا؟ اور کیا اس کا اور اس سے خرید

کرنے والے شخص کا اس سافٹ ویئر کو فروخت کرنے میں ایک ہی حکم ہوگا؟

۹-بعض اوقات کسی شخص کے کمپیوٹر میں یا اس کے خاص پروگرام میں وائرس داخل ہوتا ہے، یہ وائرس اسے نقصان پہنچاتے اور برباد کردیتے ہیں، اس کا استعمال خراب اور غیر اخلاقی مواد کو ضائع کرنے کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے، اس پس منظر میں رہنمائی فرمائیں کہ دوسرے کے کمپیوٹر کو ہیک کرنے یا اس پر وائرس چھوڑنے کا کیا حکم ہوگا؟

محور سوم:

۱-سوشل میڈیا اور الیکٹرانک ذرائع ابلاغ سے بہت سی خبریں ایک دوسرے کو پہنچائی جاتی ہیں، ان میں بعض خبریں درست ہوتی ہیں، بعض قابل تحقیق اور بعض خلاف واقعہ، عام طور پر لوگ ان خبروں کو دوسروں کے پاس بھیجتے چلے جاتے ہیں اور اس طرح وہ خبر عام ہوجاتی ہے؛ اس لئے یہ بات قابل غور ہے کہ کن خبروں کو آگے بڑھانا جائز ہے اور کن کو آگے بھیجنا درست نہیں؟ اس سلسلہ میں ضروری اصول متعین فرمائیں۔

۲-فنی مہارت کے ذریعہ غالبا یہ بات بھی ممکن ہوگئی ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو جو مراسلہ لکھتا ہے، اس میں اضافہ یا کمی کردی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

۳-کیا حکومت کو اس بات کا حق ہے کہ کسی شخص کی نجی معلومات کو دوسروں تک پہنچائے یا لوگوں میں عام کردے؟ اسی پس منظر میں سپریم کورٹ میں آدھار کارڈ سے متعلق مقدمہ چل رہا ہے۔

۴-انٹرنیٹ پر بہت سے تجارتی اشتہارات ڈالے جاتے ہیں، یا متعین اشخاص کو بھیجے جاتے ہیں، اور ان سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ مختلف گروپ یا افراد کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پیغام کو پہنچائیں، ان اشتہارات میں ایسی اشیاء کی ترغیب بھی ہوسکتی ہے جن کا استعمال جائز ہو اور ایسی اشیاء کی بھی جن کا استعمال جائز نہ ہو، ایسے اشتہارات کو پھیلانے اور دوسروں تک بھیجنے کا کیا حکم ہوگا؟

۵-انٹرنیٹ پر ڈیجیٹل تصویر کی شکل میں کارٹون بھی بنائے جاتے ہیں، اسوقت یہ دریافت کرنا مقصود نہیں کہ ڈیجیٹل تصویر شرعا تصویر ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ جاننا مقصود ہے کہ جو حضرات ڈیجیٹل عکس بندی کو جائز تصور کرتے ہیں، ان کے نزدیک اس طرح کے کارٹون بنانا کیا جائز ہوگا؟ زیادہ تر ایسے کارٹونوں میں طنز مقصود ہوتا ہے، اور قانونی اعتبار سے ملک کے بعض معزز ترین عہدہ داروں کے علاوہ دوسروں کا کارٹون بنانا ممنوع نہیں ہے، ان کارٹونوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کا سر کسی اور شخص یا جانور کے جسم میں لگادیا جاتا ہے یا ایک شخص کی آواز کسی جانور کے ذریعہ پیش کی جاتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جیسے گدھا بول رہا ہے، کیا تعمیری تنقید کے جذبہ کے تحت اس طرح کے کارٹون بنائے جاسکتے ہیں؟

۶-موبائل کمپنیاں لوگوں کی آپسی گفتگو کو محفوظ کرکے حکومتوں کو فراہم کرتی ہیں، کیا ان کا یہ عمل شرعا جائز ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ:

جواہرات کی خرید وفروخت

اللہ تعالی نے جہاں انسان سے دنیا میں بہت سی ضرورتیں متعلق رکھی ہیں، وہیں اس میں ایک جذبہ زیبائش وآرائش کا بھی رکھا گیا ہے،اس جذبہ کی تسکین کے لئے انسان نت نئے ڈیزائن کے لباس تیار کرتا ہی ہے، بالوں کی تراش وخراش کرتا ہے، رنگ پیدا کرنے والے مواد سے بھی استفادہ کرتا ہے،لیکن ان سب کے ساتھ ساتھ وہ قدرتی پتھروں، دھاتوں اور مصنوعی اشیاء کے زیورات کے ذریعہ بھی اپنے آپ کو سنوارتا ہے،اسی جذبہ حسن آرائی نے ان پتھروں کو جن سے نہ انسان کا پیٹ بھر سکتا ہے اور نہ جسم کی ستر پوشی ہوسکتی ہے،لوگوں کے لئے مرغوب بنادیا ہے اور مہنگی قیمتوں میں ان کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔

جواہرات کی تراش وخراش، زیورات کی بناوٹ اور ان کی خرید وفروخت میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد کام کرتی ہے، اور معاشی اعتبار سے بھی یہ ان کے لئے ایک نفع بخش کاروبار ہے، اسی پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ۲۸ ویں فقہی سمینار کے لئے جن عنوانات کا انتخاب کیا گیا ہے، ان میں جواہرات کی خرید وفروخت بھی ہے؛ چنانچہ اس سے متعلق چند اہم سوالات پیش خدمت ہیں، جن میں بعض کا تعلق زیورات کی بناوٹ سے ہے اور بعض کا ان کی تجارت سے، امید کہ آں محترم تفصیل سے اس کا جواب لکھیں گے، آپ کی تحریر انشاء اللہ شرکاء سمینار کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔

محور اول:

۱- بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بائع مثلاً سو روپے میں بیچنا چاہتا ہے، خریدار ۷۵ روپے میں خریدنا چاہتا ہے اور بروکر کوشش کر کے خریدار کو ۷۵ روپے ہی میں خریدنے پر اور بیچنے والے کو ۶۵ روپے میں بیچنے پر تیار کرلیتا ہے، دونوں میں جو دس روپے کا فرق ہوتا ہے، وہ بروکر بائع اور مشتری کو نہیں بتاتا، خود رکھ لیتا ہے، جبکہ اس کو اپنی دلالی کی فیس ۴ رفیصد الگ سے ملتی ہے، کیا اس کی گنجائش ہے؟

۲- اس صورت میں بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بائع جس قیمت پر تیار ہوا، دلال خود اس قیمت پر اس سے مال خرید لیتا ہے، اور خریدار جس قیمت پر تیار ہوا تھا، اس قیمت پر اس کو فروخت کردیتا ہے، گویا اس کی حیثیت دلالی سے ہٹ کر مشتری اور بائع کی ہوجاتی ہے، اور یہ بات دلال کے اختیار میں ہوتی ہے کہ وہ چار فیصد اپنی فیس نہ لے، کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

ایسا بھی ہوتا ہے کہ دلال نے بائع کو ساٹھ روپے سے بیچنے پر تیار کرلیا اور خریدار تیار کیا جو ستر روپے میں خریدنے پر آمادہ تھا؛ لیکن دلال نے بائع سے حقیقی مشتری کو ملانے کے بجائے ایک فرضی خریدار تیار کر کے اس سے بائع کی بات کرادی، اور جب وہ چیز ۶۰ روپے میں حاصل ہوگئی تو خریدار سے ۷۰ روپے میں فروخت کیا اور دس روپیہ کا فائدہ خود رکھ لیا، نیز ایسے معاملات میں بعض دفعہ بروکر چار فیصد دلالی فیس اس فرضی خریدار کو دے دیتا ہے، کیا یہ صورت درست ہوگی؟

۳- ایسا بھی ہوتا ہے کہ کاریگر حضرات قیمتی جواہرات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مالک کے علم واطلاع کے بغیر بچا لیتے ہیں اور اس طرح

کا مال ایک خاص مارکیٹ میں فروخت کرتے ہیں، جس میں چوری کا مال بھی ملتا ہے، اور درست مال بھی، تو کیا اس مارکیٹ سے مال خرید اجا سکتا ہے، جبکہ متعین طور پر یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہی مال چوری کا ہے، اور اگر ہے تو کس شخص کا مال چوری کیا گیا ہے، یعنی اس کا اصل مالک کون ہے؟

۴- زید نے ایک شخص سے اس کا لایا ہوا مال خریدا، کسی وجہ سے اس کو شبہ پیدا ہوا کہ یہ مال چوری کا ہے، اس نے بیچنے والے سے دریافت کرلیا کہ کہیں یہ مال چوری کا تو نہیں ہے، اس نے کہا: درست مال ہے، چوری کا نہیں ہے، تو کیا ایسا مال لیا جا سکتا ہے؟

۵- ایسا بھی ہوتا ہے کہ زید نے ایک شخص سے خرید کیا ہوا سامان اپنے قبضہ میں لے لیا، ابھی قیمت ادا نہیں کی اور اگلے شخص سے زیادہ قیمت میں اسے فروخت کردیا، اور جو پیسے آئے، اس میں سے جس شخص سے ادھار خریدا تھا، اس کو پیسہ ادا کردیا اور جو پیسے بچ گئے، اس کو اپنے نفع کے طور پر رکھ لیا، کیا یہ صورت جائز ہے؟

۶- ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ ایک بائع سے کسی متعینہ سامان کی قیمت دریافت کی، ابھی خرید وفروخت کا معاملہ طے نہیں ہوا اور نہ اس شئ پر قبضہ حاصل ہوا، البتہ وہ دوسرے شخص سے جو اس طرح کا سامان خریدنا چاہتا ہے، معاملہ طے کر لیتا ہے، اور اس سے زیادہ قیمت طے ہوتی ہے، اب وہ سابق شخص سے سامان حاصل کرکے اپنے خریدار کو فروخت کردیتا ہے اور دونوں قیمتوں میں جو فرق ہوتا ہے اس کو اپنا نفع تصور کرتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟

محور دوم:

۱- ایسا بھی ہوتا ہے کہ خریدار نے اپنے ذمہ واجب الادا رقم کی جو پرچی بائع کو دی، دلال بائع سے اس پرچی کو نقد پیسہ دے کر مقررہ قیمت سے کم میں حاصل کر لیتا ہے، اور وقت آنے پر پوری رقم خریدار سے حاصل کرتا ہے، کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

۲- ایسا بھی ہوتا ہے کہ بائع سے ایک سامان خریدا، قیمت کی ادائیگی کا مقررہ وقت پورا ہوگیا، خریدار سامان فروخت نہ ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے قیمت ادا کرنے کے موقف میں نہیں ہے، اب یا تو بائع کے اصرار کی وجہ سے وہ خود سودی قرض لے کر اپنی عزت بچانے کے لئے پیسہ حاصل کرتا ہے، یا اپنے کسی دوسرے ساتھی سے کہتا ہے کہ تم سودی قرض لے کر بائع کا پیسہ ادا کردو، تم کو جو سود دینا پڑے گا، وہ میں ادا کردوں گا، تو اس مقصد کے لئے سودی قرض لینا یا دوسرے کے لئے اس قرض کا سود ادا کرنا جائز ہوگا؟

۳- ایک صورت یہ بھی پیش آتی ہے کہ پانچ سو روپئے کیرٹ کے حساب سے مال خریدنے کی بات طے کرتا ہے، اور اگلے شخص کو سات سو روپئے کے حساب سے فروخت کرنے کی بات طے کرتا ہے، نیز پہلے شخص سے مال لے کر دوسرے شخص کو فروخت کرکے اس سے قیمت وصول کرتا ہے، اب وہ بیچنے والے کو پوری قیمت ادا کرنے کے بجائے اس سے کہتا ہے کہ یہ مال پانچ سو روپئے فی کیرٹ کا نہیں تھا؛ اس لئے اس کی قیمت کم کرو، مثلاً اسے چار سو روپئے فی کیرٹ پر آمادہ کرلیتا ہے تو کیا شرعاً یہ صورت جائز ہوگی؟

۴- ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سامان کو خرید کرتے ہوئے اس مال کو زیادہ سے زیادہ عیب دار قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے؛ تاکہ بیچنے والا کم سے کم قیمت پر راضی ہوجائے؛ لیکن جب اسی مال کو فروخت کرتا ہے تو ڈھیر ساری تعریفیں کرتا ہے، کیا اس عمل کی گنجائش ہے؟

۵- اِس مال کی تیاری میں ملاوٹ کی بھی کافی گنجائش ہوتی ہے، مال تیار کرانے والا کہتا ہے کہ مجھے سستا مال چاہئے؛ لہٰذا مال تیار کرنے والا شیشے کو شامل کرتے ہوئے مال بناتا ہے، یا رنگ ڈالتے ہوئے مال تیار کرتا ہے، پھر مال بنوانے والا، اس مال کو تاجر کے ہاتھ بیچتا ہے- اب ایک شکل تو یہ ہے کہ تاجر کو بتا دیا جائے کہ اس مال میں ملاوٹ ہے؛ لیکن اس نے کہا کہ مجھے سستا مال چاہئے، ملاوٹ رہنے نہ رہنے

سے مجھے غرض نہیں۔دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو عیب سے مطلع ہی نہیں کیا گیا،ان صورتوں کا کیا حکم ہوگا؟

۶-قیمتی پتھروں کی تجارت کا معاملہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز ایک روپیہ میں بھی فروخت کی جاسکتی ہے،اور ایک ہزار روپئے میں بھی،تو کیا شرعا اس کی کوئی تحدید ہے کہ مخصوص تناسب تک نفع لینا درست ہو،اس سے زیادہ نفع لینا درست نہیں ہو؟

محور سوم:

۱-بیع میں مثلا مبیع کی قیمت ایک لاکھ مقرر کی گئی اور بائع نے تیس فیصد ڈسکاؤنٹ کا وعدہ کیا؛بشرطیکہ ایک ماہ میں قیمت ادا کردی جائے،اب اگر ایک ماہ میں قیمت اداء نہیں کی گئی،تو اس کی تین شکلیں ہوسکتی ہیں:

الف-معاملہ طے پاتے وقت ہی خریدار کے سامنے یہ بات رکھ دی گئی تھی؟

ب-یہ شرط نہیں رکھی گئی تھی،مگر مارکٹ کا چلن یہی ہو۔

ج-نہ یہ شرط طے پائی اور نہ ہی اس قسم کا عرف ہے۔

ان صورتوں میں بائع کی طرف سے ڈسکاؤنٹ یعنی کم کردینا شرعا درست ہوگا؟

۲-کاریگر مطلوبہ شئ تیار کرکے دیتا ہے؛لیکن مقررہ معیار میں کچھ کمی رہ جاتی ہے،بنوانے والا اس شئ کو حاصل کرلیتا ہے اور اسے فروخت بھی کرتا ہے؛لیکن کاریگر کو اس کی کوئی اجرت ادا نہیں کرتا ہے،اس کو تاجروں کی اصطلاح میں''ٹال'' کہتے ہیں،یعنی(Reject) کیا ہوا مال،کیا بنوانے والے کا یہ عمل درست ہے،جب کہ مارکٹ میں یہ طریقہ معروف اور مروج ہے؟

۳-قانونی مصلحت کے تحت عام طور پر قیمت درج کرتے ہوئے ایک زیرو کم کردیا جاتا ہے،جیسے ۳۰۰۰ (تین ہزار) ہے تو ۳۰۰ (تین سو) لکھا جاتا ہے،تاجر بھی اپنی یادداشت میں ۳۰۰ (تین سو) ہی لکھتا ہے؛لیکن فریقین کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ اس سے مراد تین ہزار ہے،تو کیا یہ عمل جائز ہوگا؟

۴-ایکسپورٹ میں اصل قیمت کے بجائے مثلاً دس فیصد قیمت ہی لکھی جاتی ہے،جو بینک کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے،بقیہ رقم کسی اور طریقہ پر وصول کی جاتی ہے؛لیکن یہ فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے اور فریقین اس پر راضی بھی ہوتے ہیں،شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

۵-کاریگر جب جواہرات کو زیور وغیرہ کے سانچہ میں ڈھالتا ہے تو کچھ ذرات اور ٹکڑے نکل آتے ہیں،یہ کاریگر کے پاس ہی رہ جاتے ہیں،زیور بنوانے والے کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اتنی مقدار گھسائی میں چلی گئی،کیا یہ بچے ہوئے ذرات کاریگر کے لئے جائز ہوں گے؟

۶-قیمتی پتھروں کی آرائشی چیزوں کے لئے جو دھاگے لگائے جاتے ہیں،بازار میں ان کا وزن دس گرام مانا جاتا ہے،دس گرام سے زیادہ جو وزن ہوگا،وہ پتھر کا ہوگا،کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ دھاگے آٹھ گرام کے ہوتے ہیں،اور خریدنے والے تاجر کو بتایا جاتا ہے؛لیکن وہ اس کو ماننے سے انکار کردیتا ہے،اور اس کا وزن دس گرام ہی مانتا ہے،گویا دو گرام پتھر بھی دھاگوں کے ریٹ میں فروخت ہوتا ہے،کیا خریدار کا یہ عمل درست سمجھا جائے گا؟

۷-بعض دفعہ ایک مال مثلاً ایک قیراط پانچ سنٹ کا ہوتا ہے؟لیکن خریدنے والا تاجر ایک قیراط مال پر اس کی پرچی بناتا ہے،پانچ سینٹ کی قیمت ادا نہیں کرتا؛البتہ چونکہ پہلے بائع کے لئے صرف ایک قیراط کی قیمت کی پرچی لکھی گئی تھی؛اس لئے وہ مجبورا اس پر راضی ہوجاتا ہے؛لیکن خود وہ جب کسی اور سے اس مال کو فروخت کرتا ہے تو پورے ایک قیراط پانچ سینٹ کی قیمت لگاتا ہے،شرعا اس کا کیا حکم ہوگا؟

۸-بعض دفعہ ایک شخص مختلف لوگوں سے مال لے کر باہر چلا جاتا ہے؛ تاکہ اسے فروخت کرے، اب خدا ناترس حضرات غلط بیانی سے کام لے کر کہتے ہیں کہ مال ڈوب گیا؛لہذا اب پچیس فیصد قیمت لے لو، اور بیچنے والا اس کو قبول کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے؛ کیونکہ لکھی ہوئی قیمت اس سے بہت کم ہوتی ہے، ایک زیرو کم کرنے کی وجہ سے اسی قیمت کو قبول کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے، مجبوری میں قبول کرنے کی وجہ سے شرعا کیا اس شخص کے لئے یہ مال حلال ہوگا؟

محور چہارم:

سورت سے ہیرے کے بعض تاجروں نے مندرجہ ذیل سوالات بھیجے ہیں، یہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں:

۱-ڈائمنڈ کا مال ہم عامۃً دو مہینے کی ادھاری پر فروخت کرتے ہیں، تو کیا ہم اس کو نقد ۶ یا ۸ فیصد لیس (تخفیف) کرکے بیچ سکتے ہیں؟

۲-دو مہینے کی ادھاری پر ہم نے مال فروخت کیا، لیکن کیا ایک مہینے کے بعد پیسوں کی فوری ضرورت پیش آنے پر کچھ فیصد قیمت میں سے تخفیف کرکے پیسے لئے جاسکتے ہیں؟

۳-ڈائمنڈ کے اصل یا نقل ہونے کا دارومدار سرٹیفکیٹ پر ہوتا ہے اور اسی لئے اس کا کاروبار عام طور سے سرٹیفکیٹ پر ہوتا ہے، چنانچہ سرٹیفکیٹ ہے تب تو خیر! لیکن بعض مرتبہ بغیر سرٹیفکیٹ کے صرف دیکھ کر خریدنے پر اکتفا کرنے کی نوبت بھی آتی ہے، اس صورت میں اگر بائع نے گھٹیا ڈائمنڈ کو اعلی کہہ کر بیچ دیا اور مشتری نے بائع پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو اعلی سمجھ کر خرید لیا، پھر رپورٹ نکالنے پر معلوم ہوا کہ وہ ڈائمنڈ تو گھٹیا تھے، تو کیا اب بائع سے طے شدہ قیمت میں کمی کرواسکتے ہیں یا نہیں؟

۴-ڈائمنڈ کی ایک قسم ہے ''ریئل ڈائمنڈ'' (یہ اصل ڈائمنڈ ہیں) دوسری قسم CVD(Chemical Vapor Deposition) اس دوسری قسم کو کیمیکل کے ذریعہ بنایا جاتا ہے، ریئل ڈائمنڈ کے مقابلہ میں CVD ڈائمنڈ کی ویلو ۲۵/فیصد سمجھی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک جوہری سے الف نے ''ریئل ڈائمنڈ'' طلب کئے، اور جوہری نے اس کو دھوکہ دیتے ہوئے رِئل ڈائمنڈ کے نام سے CVD ڈائمنڈ تھما دیئے، الف نے جب رپورٹ نکلوائی، تو ریئل ڈائمنڈ کے بجائے وہ CVD ڈائمنڈ نکلے، تو اس صورت میں وہ جوہری کو ڈائمنڈ واپس لوٹا سکتا ہے؟

۵-میں نے ایک ڈائمنڈ ۲/لاکھ روپے میں خریدا اور میں نے زید کو وہ ڈائمنڈ بتایا، اس نے اس کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے بتلائی، اب میں نے اس سے کہا کہ کیا تو میرے ساتھ اس ڈائمنڈ میں سوا دو لاکھ روپے میں شرکت کے لئے تیار ہے کہ اس کی قیمت کا ایک حصہ تم ادا کردو اور یہ چیز ہم دونوں میں مشترک ہوجائے پھر نفع میں بھی دونوں کی شرکت ہو، کیا یہ صورت درست ہے یا نہیں؟

۶-الف نے ب کو ایک ڈائمنڈ بیچنے کے لئے پیش کیا، ب نے کہا میں اس کی قیمت مارکیٹ میں پوچھ کر بتاؤں گا، اب ب نے وہ ڈائمنڈ ج کو بتایا، ج نے اس کی قیمت ڈھائی لاکھ روپے بتائی، تو ب نے ج سے کہا کہ تو میرے ساتھ اس ڈائمنڈ میں سوا دو لاکھ روپے میں شرکت کرنا چاہتا ہے؟ تو کیا یہ شرکت درست ہوگی؟ اور ب نے الف سے سوا دو لاکھ روپے سے کم مثلاً دو لاکھ روپے میں وہ ڈائمنڈ خریدا تو ب کی ج کے ساتھ سوا دو لاکھ میں شرکت درست ہوگی؟ نیز اس مسئلہ میں ب کی اصل خریداری قیمت ۲/لاکھ روپے ہے، تو یہ قیمت ج کو بتلانے یا نہ بتلانے سے مسئلہ میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟

☆☆☆

سوالنامہ:

تعزیر بالمال شریعت اسلامی کی روشنی میں

شریعت نے جرائم اور کوتاہیوں کے سد باب اور زجر و توبیخ کی غرض سے سزاؤں کا ایک مضبوط نظام بنایا ہے، جس کو دو حصوں میں رکھا ہے، ایک حدود جن کا متعین جرائم سے تعلق ہے، دوسرے تعزیر جس کا تعلق ہر اس ناپسندیدہ امر سے ہے جس میں تنبیہ وفہمائش کی ضرورت محسوس کی جائے، اب یہ بات کہ کن امور پر تعزیر کی جاسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں راجح یہ ہے کہ یہ ذمہ داران کی صوابدید پر موقوف ہے، خواہ سزا جسمانی تنبیہ کی شکل میں ہو یا زبانی فہمائش ہو۔

اس سلسلہ میں قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ ہندوستان اور اس جیسے ممالک میں صرف حکومت ہی جسمانی تعزیر کرسکتی ہے، سماجی طور پر جرائم کو روکنے کے لئے ایسی تعزیر نافذ کرنا ممکن نہیں ہے، اور اگر ایسا کیا گیا تو یہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے مترادف ہوگا، جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ خاندانی زندگی میں بہت سے ایسے مراحل آتے ہیں جن میں زیادتی کرنے والے فریق کی سرزنش کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، اگر ایسے جرائم پر کوئی روک ٹوک نہ ہو تو ایسا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوگی، اور اگر کوئی دوسرا فریق عدالت میں چلا گیا تو پھر طویل مقدمہ بازی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، جس میں مسلمانوں کے پیسے بھی ضائع ہوتے ہیں اور وقت بھی، نیز انصاف میں بھی تاخیر ہوتی ہے، اور بعض اوقات اس کی وجہ سے شریعت کی بدنامی کا راستہ بھی کھلتا ہے۔

اس پس منظر میں ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ تعزیر مالی کے مسئلہ پر غور کیا جائے اور غور کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی تعلیمات، فقہاء کے اجتہادات اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھا جائے، لہٰذا اس پس منظر میں چند سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- تعزیر بالمال کا مفہوم کیا ہے؟ فقہاء کے یہاں کچھ اس قسم کی بات ملتی ہے کہ ایک ''تعزیر بالمال'' ہے اور ایک ''تعزیراً بأخذ المال''، ان دونوں میں کیا فرق کیا گیا ہے؟ اور اس فرق کی وجہ سے صورت مسئلہ پر کیا اثر پڑے گا؟

۲- تعزیر بالمال کی بابت حنفیہ کا معروف مذہب کیا ہے؟

۳- تعزیر بالمال کی بابت ائمہ حنفیہ میں کیا کسی کا قول جواز کا ہے اور اس کی کیا حیثیت ہے؟

۴- کیا فقہاء حنفیہ میں کسی کا فتوی اس قول کے موافق ہے؟

۵- ائمہ ثلاثہ یا مذاہب ثلاثہ کے فقہاء کے اقوال اس بابت کیا ہیں؟ کیا ان مذاہب میں اس بابت کچھ گنجائش منقول ہے؟

۶- ایسے حالات میں جبکہ جرائم ومعاصی سے روکنے کے لئے وعظ اور زبانی فہمائش کافی نہ ہو اور جسمانی سزا کا بھی کوئی موقع نہ ہو تو کیا ضرورۃً جواز وگنجائش کے قول پر فتوی دیا جاسکتا ہے؟ اس بنیاد پر کہ یہ مذہب کا قول ضعیف ہے اور دوسرے مذاہب میں بھی کچھ نہ کچھ جواز وگنجائش کی بات آتی ہے۔ اور ضرورت کے مواقع میں مذہب کے قول ضعیف اور مذہب غیر پر فتوی دینے اور عمل کرنے کے جائز ہونے پر اتفاق ہے۔

۷- آج کل تعلیمی اداروں میں طلباء کی مختلف کوتاہیوں اور غفلتوں پر روک لگانے کے لئے مالی جرمانہ کا عام رواج ہوچکا ہے اور اس کا نفع

بھی محسوس کیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

۸- تعلیمی اداروں کے علاوہ بھی بہت سے ادارے، نظم وضبط کو درست رکھنے کے لئے مالی جرمانہ کا نظام بناتے ہیں، مثلاً ہاؤزنگ سوسائٹیاں وغیرہ؛ تاکہ لوگ مقررہ وقت پر طے شدہ مطلوبہ رقم ادا کردیا کریں۔ اس کا کیا حکم ہے؟

۹- برادریاں اور خاندانی پنچایتیں نیز کاروباری انجمنیں بھی دباؤ اور اصلاح کی غرض سے اس قسم کا نظام بناتی ہیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

۱۰- طلاق کے بارے میں جو افراط وتفریط پائی جاتی ہے اور جس سے بڑی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں، ان کو قابو میں کرنے کے لئے ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ طلاق کی جن صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک متعہ واجب نہیں ہے؛ بلکہ صرف مستحب ہے، ایسی صورتوں میں متعہ کو واجب قرار دیا جائے اور بصورت نقد اس کی ایک معقول حد مقرر کی جائے، یا یہ کہ طے شدہ مہر کے علاوہ مزید نصف مہر لازم کیا جائے۔

۱۱- مزید نصف مہر یا متعہ کو لازم کرنے کے لئے کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ نکاح کے وقت اور نکاح نامہ میں آدمی کو اس کا پابند بنادیا جائے کہ اگر بیجا طور پر طلاق دی گئی یا تین طلاق ایک ساتھ دی گئی تو متعہ کے طور پر یا مزید نصف مہر کی حیثیت سے زائد رقم دینی ہوگی؟

☆☆☆

تجاویز:

اٹھائیسواں فقہی سمینار

۸ تا ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۷ تا ۱۹؍نومبر ۲۰۱۸ء، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرتپور، راجستھان

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اٹھائیسواں فقہی سمینار ہندوستان کے خطہ میوات کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم محمدیہ میل کھیڑلا، بھرتپور، راجستھان میں مورخہ ۱۷ تا ۱۹؍نومبر ۲۰۱۸ء مطابق ۸ تا ۱۰؍ربیع الاول ۱۴۴۰ھ منعقد ہوا جس میں ملک اور بیرون ملک سے تقریباً تین سو علماء، ارباب افتاء اور اہم علمی شخصیات نے شرکت کی، اس سہ روزہ سمینار میں جو چار اہم موضوعات زیر بحث آئے ان پر بحث وتحقیق اور مناقشہ کے بعد جو تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں:

احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کا اثر:

ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ احکام شرع سے پورے طور پر واقف ہونے کی کوشش کرے اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو احکام شریعت سے واقف کرائیں؛ تاہم جن اعذار کی بنا پر انسان سے احکام شرعیہ ساقط ہوجاتے ہیں یا ان کی وجہ سے احکام میں کچھ تخفیف یا تبدیلی ہوجاتی ہے، ان میں سے ایک جہالت بھی ہے، جس کی اصولی طور پر درج ذیل صورتیں بنتی ہیں:

۱- فروعی احکام میں بعض شرطوں کے ساتھ جہالت کو عذر تسلیم کیا گیا ہے۔

۲- تکفیر کا مسئلہ نہایت نازک اور اہم ہے، کسی فرد یا گروہ پر کفر کا حکم لگانے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

۳- امور اعتقادیہ میں سے جن امور کا احکامِ اسلام میں ہونا عام طور پر معروف ومشہور نہیں ہے، اگر جہالت کی بنا پر کوئی ان میں مبتلا ہوجائے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی؛ بلکہ اس کو واقف کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

۴- قطعیات دین سے مراد وہ امور ہیں جن کا ثبوت کتاب اللہ یا سنت متواترہ یا اجماع سے ہو۔

۵- قطعیات دین کے دائرہ میں آنے والے احکام دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو اس درجہ معروف ومشہور ہوں کہ عام طور پر مسلمان ان سے واقف ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت، تو یہ ضروریات دین ہیں اور ضروریات دین میں جہل عذر نہیں ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی تاویل کا اعتبار ہوگا۔

۶- دوسرا حصہ ان احکام کا ہے جو اس درجہ مشہور نہیں ہیں، ان میں عام آدمی کا جہل عذر ہے، ایسے امور میں حکم شرعی سے واقف کرانے اور غلط فہمی دور کرنے کے باوجود اگر وہ انکار پر قائم رہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

۷- جن علاقوں اور مقامات میں احکام شرعیہ سے واقفیت کے امکانات اور مواقع نہ ہوں، وہاں کے مسلمانوں کو احکام شرع سے ناواقفیت میں معذور سمجھا جائے گا۔

۸- جہل یا خطا کی وجہ سے ''مس بالشہوۃ'' ہوجائے تو حرمت مصاہرت کے عدم ثبوت کے سلسلہ میں دیگر ائمہ کے مسلک پر عمل کی

گنجائش ہے۔

انفارمیشن ٹکنالوجی سے مربوط مسائل:

۱۔ اسمارٹ فون موجودہ دور کی ایک اہم ایجاد ہے، جس کے ساتھ منافع اور مفاسد دونوں وابستہ ہیں، اگر اسمارٹ فون کا استعمال دینی، علمی، اصلاحی اور جائز مقاصد کے لئے کیا جائے تو درست ہے، لیکن اگر غیر شرعی امور کے لئے کیا جائے تو درست نہیں ہے۔

۲۔ اسمارٹ فون میں قرآن شریف اور دیگر دینی کتب کا رکھنا اور ان سے استفادہ کرنا جائز ہے۔

۳۔ اگر موبائل میں قرآن مجید محفوظ ہو تو جب تک آیات قرآنی اسکرین پر ظاہر نہ ہوں، موبائل سیٹ قرآن کے حکم میں نہیں ہوگا، البتہ اگر آیات قرآنی اسکرین پر نمودار ہوں تو اسکرین والے حصہ کو بلا وضو چھونا درست نہیں ہوگا، اگر موبائل پر اسکرین گارڈ اور گلاس لگے ہوئے ہوں تب بھی یہی حکم ہوگا۔

۴۔ دینی، معلوماتی اور مفید باتوں پر مبنی پیغامات خواہ تحریر کی شکل میں ہوں یا کسی اور شکل میں، انہیں صراحتاً یا دلالۃً اجازت کی صورت میں آگے بھیجنا درست ہے۔

۵۔ کسی ضرورت شرعی کے بغیر کسی مرد کا غیر محرم عورت کو یا کسی عورت کا غیر محرم مرد کو میسج کرنا جائز نہیں ہے۔

۶۔ مختلف عمومی مصالح اور حفاظتی مقاصد کے پیش نظر دینی مدارس، مساجد و دیگر ضرورت کی جگہوں میں سی، سی، ٹی، وی (CCTV) کیمرہ نصب کرنا درست ہے۔

۷۔ انٹرنیٹ پر کسی کی محفوظ معلومات کا قفل توڑنا جائز نہیں ہے، اور اس کو آگے بڑھانے کا بھی یہی حکم ہے۔

۸۔ شوہر و بیوی کا رشتہ باہمی اعتماد پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے عام حالات میں ایک دوسرے کی اطلاع کے بغیر ایک دوسرے کی معلومات حاصل کرنا درست نہیں ہے۔

۹۔ نجی زندگی کا تحفظ ہر انسان کا بنیادی حق ہے، لہٰذا کسی ضرورت کے بغیر دوسروں کی خفیہ معلومات حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۰۔ اگر کسی کو دوسرے شخص کی خفیہ معلومات حاصل ہو جائیں اور ان معلومات سے واضح ہو کہ وہ کسی اور کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس شخص کے لئے اس دوسرے آدمی کو صورت حال سے واقف کرانا درست ہے۔

۱۱۔ سوشل میڈیا اکاؤنٹ رکھنے والے نے مخصوص معلومات کو خفیہ رکھا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر ڈاٹا جمع کرنا اور کسی کمپنی کو ڈاٹا فراہم کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

۱۲۔ مجرم کے جرائم پر شہادت فراہم کرنے کے لئے خفیہ کیمرہ استعمال کرنا درست ہے۔

۱۳۔ سافٹ ویئر بنانے میں کافی محنت، صلاحیت اور بڑا سرمایہ خرچ ہوتا ہے، وہ بنانے والے کی ملکیت ہے، اس لئے اس کا قفل توڑنا اور اس کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۴۔ کسی کے کمپیوٹر کو ہیک کرنا یا اس پر وائرس چھوڑنا جائز نہیں ہے؛ البتہ مخرب اخلاق اور مضر مواد کو ضائع کرنے کے لئے اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۱۵۔ جس خبر کا مصدقہ ہونا معلوم ہو اور اس کو پھیلانے سے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو اسے آگے بڑھانا درست ہے؛ البتہ جو چیز خلاف واقعہ

یا قابل تحقیق یا مضر ہو، اسے آگے بڑھانا درست نہیں ہے۔

۱۶۔ کسی کے مراسلہ اور تحریر میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۷۔ حکومت یا کسی اور کے لئے درست نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی نجی معلومات کو اس کی اجازت کے بغیر دوسروں تک پہنچائے یا لوگوں میں عام کرے۔

۱۸۔ جن اشیاء کا استعمال درست ہے، ان کی تشہیر بھی درست ہے، بشرطیکہ تشہیر کے طریقہ میں کوئی خلاف شرع بات نہ ہو۔

۱۹۔ تمسخر اور استہزاء کے طور پر کسی کا کارٹون بنانا جائز نہیں ہے۔

۲۰۔ موبائل کمپنیوں کا لوگوں کی آپسی گفتگو محفوظ کر کے حکومت کو یا کسی اور کو فراہم کرنا امانت میں خیانت ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

ہیرے جواہرات کی خرید وفروخت:

۱- بروکر امین ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ بائع یا مشتری کو دھوکہ دیتے ہوئے کوئی رقم اپنی مقررہ فیس کے علاوہ رکھ لے۔

۲- بروکر جس کے لیے کام کر رہا ہے، اسے بتلانے کے بعد خود اپنے لیے خرید سکتا ہے، البتہ فروخت کرتے وقت خریدار کے سامنے اپنی حیثیت کو بھی واضح کر دینا ضروری ہے۔

۳- بروکر کے لیے فرضی خریدار تیار کر کے بائع سے کم قیمت میں لے کر حقیقی خریدار کو زیادہ قیمت میں بیچنا جائز نہیں ہے۔

۴- جس مارکیٹ میں جائز و ناجائز دونوں طرح کے مال فروخت ہوتے ہوں، اس مارکیٹ سے مال خریدنا جائز ہے جب تک کہ یقینی طور پر یہ نہ معلوم ہو کہ وہ چوری کا ہے۔

۵- خریدار کو اگر فروخت کرنے والے کی بات پر اعتماد ہو کہ وہ چوری کا مال نہیں ہے تو اس سے مال خریدنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

۶- ادھار خرید کر مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد نفع کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

۷- خرید وفروخت کا معاملہ مکمل کرنے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے؛ البتہ وعدۂ بیع کر سکتا ہے۔

۸- بروکر یا کسی شخص کا واجب الاداء رقم کی پرچی کو کم قیمت میں خریدنا جائز نہیں ہے۔

۹- سامان کی قیمت ادا کرنے کے لیے عام حالات میں سودی قرض لینا یا دوسرے کے قرض کی ادائیگی کے لیے سودی قرض لینا جائز نہیں ہے۔

۱۰- سامان خریدنے کے بعد بائع کی رضامندی سے قیمت کم کرانا خریدار کے لئے جائز ہے، لیکن جھوٹ بول کر اور فریب دے کر ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱- جو سامان نقص و عیب سے خالی ہو، ایسے سامان کے اندر خریدتے وقت عیب و نقص نکال کر کم پیسے میں خریدنا اخلاقی و شرعی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی چیز میں جو خوبیاں نہیں ہیں، وہ خوبیاں بیان کر کے زیادہ قیمت میں فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۱۲- مال تیار کرانے والا اگر سستے مال کا مطالبہ کرے اور اس کی تیاری میں ملاوٹ کی ضرورت پڑے تو تاجروں کے عرف میں جس قدر

ملاوٹ معلوم ومشہور ہواتنی مقدار ملاوٹ کی گنجائش ہے، البتہ زائد ملاوٹ کی صورت میں اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

۱۳- شریعت اسلامی میں نفع کا کوئی تناسب متعین نہیں ہے، باہمی رضامندی سے جو بھی قیمت طے ہوجائے وہ درست ہے، البتہ مارکیٹ کی رائج قیمت سے زائد لینا تقاضۂ مروت اور اسلامی اخلاق کے خلاف ہے۔

۱۴- بیع وشراء کے وقت ہی ڈسکاؤنٹ متعین ہوجائے یا اس کا عرف ورواج ہو تو خریدار کو شرط اور عرف کے مطابق ڈسکاؤنٹ کے مطالبہ کا حق ہے۔ اگر اس کا عرف نہ ہو اور نہ ہی عقد کے وقت ایسی شرط لگائی گئی ہو تو خریدار ڈسکاؤنٹ کا مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ فروخت کرنے والا خود ڈسکاؤنٹ کردے تو حرج نہیں ہے۔

۱۵- جو سامان بنوایا گیا ہو، اگر اس کے طے شدہ معیار میں کمی رہ جاتی ہے اور سامان بنوانے والا وہ سامان حاصل کرلیتا ہے تو مقدارِ اجرت میں تاجروں کا عرف ملحوظ ہوگا۔

۱۶- کسی مصلحت کے تحت قیمت کم لکھنے میں حرج نہیں، بشرطیکہ عاقدین اس لکھی ہوئی قیمت کی مراد کو اچھی طرح سمجھتے ہوں۔

۱۷- زیور بناتے وقت جو کارآمد ذرات کاریگر کے پاس رہ جاتے ہیں، اصلاً وہ بنوانے والے کے ہیں، لیکن اگر کسی علاقہ میں اس کو کاریگر کی اجرت یا اجرت کا جز سمجھا جاتا ہو تو کاریگر کے لئے اس کو رکھنا جائز ہے۔

۱۸- قیمتی پتھروں کو پرونے والے دھاگے اگرچہ کم وزن کے ہوں لیکن باہمی رضامندی سے ان کو زیادہ وزن کے درجہ میں رکھ کر قیمت طے کرلی جائے تو یہ درست ہے۔

۱۹- دباؤ بنا کر حقیقی وزن سے کم لکھوانا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر تاجروں کے عرف میں کچھ مقدار کی قیمت نہ لگائی جاتی ہو تو اس کے بقدر قیمت کم کرکے لکھنے کی گنجائش ہے۔

۲۰- تاجر کے لیے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے مقررہ قیمت سے کم ادا کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اس پر لازم ہے کہ پوری قیمت ادا کرے، خواہ پرچی پر کسی مصلحت سے کم قیمت لکھی گئی ہو۔

۲۱- نقد وادھار کی بنیاد پر قیمت کی کمی وبیشی شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ عاقدین بوقت عقد ایک ثمن پر متفق ہوجائیں۔

۲۲- دین مؤجل اگر جلد ادا کردیا جائے تو اس کا کچھ حصہ چھوڑنا اس وقت جائز ہوگا، جبکہ یہ چھوڑنا تعجیل کے عوض کے طور پر مشروط نہ ہو، بلکہ تبرعاً ہو۔

۲۳- گھٹیا ڈائمنڈ کو اعلیٰ ڈائمنڈ بتا کر بیچنا جائز نہیں ہے، اور اگر بیچ دیا گیا تو جب تک وہ ڈائمنڈ خریدار کی ملکیت میں بعینہ موجود ہو تو اس وقت تک قیمت کم کرانے کا اختیار نہیں، البتہ معاملہ کو ختم کرکے اپنا پیسہ واپس لینے یا ازسرنو معاملہ کرنے کا اختیار ہوگا، نیز اگر اس ڈائمنڈ میں کوئی ایسی شکل پیدا ہوجائے کہ واپس کرنا ممکن نہ ہو تو بقدر نقصان قیمت کم کرانے کا اختیار ہوگا۔

۲۴- حقیقی ڈائمنڈ کی جگہ کیمیکل کے ذریعہ بنایا گیا ڈائمنڈ (C-VD) دے دے تو سامان کو واپس کرکے خریدار کو پورا ثمن واپس لینے کا اختیار ہے۔

۲۵- کوئی سامان خرید کر کسی دوسرے کو اس کا کچھ حصہ کسی بھی متعین قیمت پر فروخت کرکے اس کو شریک کرلینا جائز ہے۔

۲۶- خریدنے سے پہلے کسی سے شرکت کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ شرکت کا وعدہ کرسکتا ہے۔

تعزیر بالمال شریعت اسلامی کی روشنی میں:

آج بتاریخ ۱۸ر نومبر ۲۰۱۸ء ارکان کمیٹی نے تعزیر بالمال کے مسئلہ پر غور وفکر کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی ہے:

الف- اسلام میں انسداد جرائم کے لئے حدود وتعزیرات کا مضبوط نظام ہے، مخصوص جرائم پر جو سزائیں مقرر ہیں، ان کو حدود کہا جاتا ہے اور جن جرائم کی سزائیں شریعت نے متعین نہیں کی ہیں، ان کو تعزیرات کہا جاتا ہے۔

ب- تعزیرات کی ایک اہم قسم تعزیر مالی ہے جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مجرم پر الگ سے کوئی مالی جرمانہ عائد کیا جائے؛ تاکہ مالی دباؤ سے مجبور ہو کر مجرم اپنے جرم سے باز آجائے؛ موجودہ حالات میں جبکہ جرم سے روکنے کے لئے مالی جرمانہ کے علاوہ کوئی اور صورت ممکن یا مؤثر نہیں ہے تو مالی جرمانہ کی گنجائش ہے۔ البتہ اس میں عدل کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ج: تعلیم وتربیت کے نظام کو درست رکھنے کے لئے بلا اجازت غیر حاضری یا کسی اور کوتاہی پر مناسب جرمانہ کیا جاسکتا ہے؛ خواہ اس کی یہ شکل اختیار کی جائے کہ جن طلباء کو مفت قیام وطعام کی سہولت دی گئی تھی ان کی سہولت ختم کر کے ان سے فیس وصول کی جائے، یا جن سے فیس لی جاتی ہے، ان سے الگ سے جرمانہ کی رقم وصول کی جائے، یا کوئی اور مناسب ومؤثر شکل اختیار کی جائے؛ البتہ اس رقم کو رفاہی کاموں میں خرچ کیا جائے۔

د: تعلیمی اداروں کے علاوہ دیگر اداروں یا برادریوں اور پنچایتوں کے لیے نظم وضبط کو برقرار رکھنے اور اجتماعی مفادات کے تحفظ کے پیش نظر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اور معتبر علماء وارباب افتاء کے مشورہ سے مالی جرمانہ عائد کرنے کی گنجائش ہے۔

ھ: طلاق کے بارے میں پائی جانے والی افراط وتفریط اور خرابیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے اگر بوقت عقد نکاح عاقدین باہمی رضامندی سے بے جا طلاق کی صورت میں مہر میں اضافہ کی شرط لگادیں تو اس کی گنجائش ہے۔

و: جو شخص بے جا طریقہ پر اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دیدے اور اس میں شوہر کی طرف سے زیادتی ہو تو عورت کے مطالبہ پر دار القضاء یا محکمہ شرعیہ اس پر مناسب مالی جرمانہ عائد کرسکتا ہے اور ضروری ہے کہ اس رقم سے متاثرہ عورت کی مدد کی جائے۔

✧✧✧